AN ANALYTICAL STUDY OF THE SOCIAL PHENOMENA OF THE FINE ARTS OF MAKKAH IN THE ERA OF PROHPHET (PBUH)

مکی دور نبوی ﷺ کے فنونِ لطیفہ کے معاشرتی مظاہر کا تجزیاتی مطالعہ

Inayat-ur-Rehman Itizaz
Research Scholar (Ph.D.)
University of Management & Technology, Lahore
inayatbary@gmail.com

Dr. Humera Ahmed
Associate Professor
Department of Islamic Thought & Civilization
University of Management & Technology, Lahore
humairaa.ahmad@umt.edu.pk

ABSTRACT

Fine Arts, shows the aesthetic side of any society and it is very important part of any culture, as its presence expresses the cultural diversity and richness and connects different segments of society. This article throws a light on the fine arts of Makkah society before the Prophet Hood. It is very common among historians and orientalists to accuse the society of Makkah void of any cultural expression apart from its love for poetry, which is not true. The matter of the fact is that this society was fully developed aesthetically despite its nomadic and barren desert life. The cultural expressions of storytelling, poetry, architecture, painting, sculpture making were true and pure to this part of world without any influence from outside world. The tradition of storytelling was an essential element of Makkah cultural life and it was common among the elite of Makkah to have night sittings, where along with drinking, music they used to narrate anecdotes of

past. Although the architecture of Makkah people was simple, it was self-sufficient to the needs of the environment. This research paper is an attempt to look into the various forms of Fine Arts of Makkah and how these expressions were deeply embedded in the society.

KEY WORDS

Art, Music, Poetry, Festivals, Painting, Society.

تعارف

انسان معاشرتی زندگی کے رسم ورواج ،سماجی اقدار، اخلاقی ضابطوں اور قوانین سے بندھا ہوا ہے۔ نظریاتی تنوع، جغرافیائی تبدیلی اور حالات کے تغیر کی وجہ سے زمان و مکان میں مختلف معاشرتی زندگی کو تشکیل دیتا ہے۔ انسان جانوروں کی طرح محض معاشرتی زندگی ہی نہیں بسر کرتا بلکہ مذہب، آرٹ ،فنون لطیفہ اور فلسفے سے جڑا رہتا ہے اور اسی سے ثقافتی مظاہر بھی تخلیق کرتا ہے۔ مکہ کثیر القومی (قریش، عرب قبائل اور غیر عرب لوگوں کی آبادی) شہر ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف مذہبوں، تہذیبوں اور ثقافتوں کا بھی مرکز رہا۔ اس وقت جہاں مکہ میں مادّی ضروریات کے وافر ذرائع تھے، وہاں روح کی تسکین کے لیے موسیقی، شعر وشاعری، مصوری، بت تراشی، اور مذہبی اعتقادات کا انتظام بھی تھا۔ ان کی یہ سرگرمیاں کسی خارجی مقصد، موسمی تبدیلی یا کسی اور غرض کے لیے نہیں ہوتی تھیں بلکہ اس سے وہ اپنی مقصود بالذات مذہبی ضروریات کی تکمیل اور روحانی سرور حاصل کرتے تھے۔

کسی بھی معاشرے کی ثقافتی روح میں سرور کا مادہ اور جذبہ ،فنون لطیفہ کو ہی مانا جاتا ہے۔ ثقافت میں سرور کا مادہ انسانی معاشرے کی نفسیاتی احتیاج ہے۔ اور جس معاشرے کی یہ نفسیاتی احتیاج، ضرورت میں بدل جائے تو فکری اور عملیاتی اموراس معاشرے میں بڑی آسانی سے رواج پاتے ہیں۔ سرور، تخیل اور جمال کا نام ہے۔ جمال سے تصویر بنتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تصویر کی بہن موسیقی اور شعر وشاعری ہوا کرتی ہے۔ ان سب کے آخر میں تعمیر کے جذبے سے فنون کا وجود مکمل ہو جاتا ہے۔ مکی معاشرہ جو قبل از نبوت جاہلیت کا لقب پا چکا تھا، بڑی آسانی سے فنون لطیفہ کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔

فنونِ لطیفہ:

جب ہم مکی معاشرے کے شعراء کا کلام پڑھتے ہیں تو زمانہ قدیم سے ہمیں ایسا کلام اور اصحاب مل جاتے ہیں جو خدائے واحد پر یقین رکھتے ہیں اور بتوں کے آگے سر بسجود لوگوں کی کہانیاں اور واقعات بھی سننے کو مل جاتے ہیں۔ بقول پروفیسر سید محمد سلیم کہ یونانیوں نے حسن و جمال، خیر و کمال اور حق و صداقت کی تین اقدار کو تسلیم کیا ہے۔۔۔ مگر ان معیاری علوم، جمالیات، اخلاقیات اور منطق کے علاوہ شعر و ادب، نغمہ و موسیقی، مصوری و تعمیر بھی عقل وجدانی کے بہت مشہور و معروف مظاہرات ہیں۔ مذہب کے بعد عقل وجدانی کا سب سے زیادہ اظہار فنونِ لطیفہ کے میدان میں ہوا ہے۔ حقیقی انسان کی سرگرمیاں عقل وجدانی کی کارگزاراریاں ہیں۔ (سلیم، 1420ھ) پروفیسر محمد سلیم آگے جا کر عقل وجدانی کو اپنی منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ فنونِ لطیفہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ عقل وجدانی، بہر انگ و بہر طور حقیقتِ کبریٰ سے تقرب، تعلق اور شناسائی قائم کرنا چاہتی ہے۔ سراج منیر نے ٹیٹس برک ہارٹ کا حوالہ دیتے ہوئے اسلامی فنون لطیفہ کے بارے میں کہا ہے کہ، اسلامی فنون کے دو اجزاء ہیں: دانش اور مہارت۔ اس میں دانش وہ عنصر ہے جو وجدان یا تفکر کے ذریعے کائناتی اصولوں اور ان سے بھی ماورا معرفتِ ذات کی طرف لے جاتی ہے اور مہارت اس دانش کے منضبط اظہار کا وہ طریقہ ہے جو تربیت سے حاصل ہوتا ہے۔ (سراج)

ٹیٹس برک ہارٹ کی اس تعریف میں اسلامی کا لفظ نکال کر اگر اسے مذہبی فنونِ لطیفہ کہہ لیں تو بھی مفہوم اور بات وہی رہے گی بلکہ عرب کی متلون مزاج مذہبیت میں اس کا اطلاق ہر زاویے سے صحیح رہے گا۔ اسے اگر ہم عرب کے مجموعی ماحول پر منطبق کریں تو بھی عقل وجدا ان پر کبھی بھی ایسا وقت نہیں گزرا کہ جہاں اس سرگرمی کے مذہبی مظاہرات نہ ملتے ہوں۔ عرب میں فنونِ لطیفہ کا مزاج الگ طرح سے رہا۔ بلکہ عرب مزاج کو جب فنون لطیفہ نے تکریم و عبادت پر مجبور کر دیا تو آگے بھی اس کی منازل آتی ہیں۔ اور اسی فنونِ لطیفہ کے تحت عرب مزاج پھر تکریم سے بھی نالاں ہو جاتا ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر مکی معاشرے کی زندگی فنونِ لطیفہ کی وجہ سے بھرپور رہی۔ بٹی ہوئی زندگی میں بھی جوش و خروش کے اثرات نمایاں تھے۔ گویا مکی معاشرہ صرف شکستہ حالی کا نوحہ نہیں بلکہ فنونِ لطیفہ کے بل بوتے پر گاتے جھومتے نغمے کا بھرپور معاشرہ بھی تھا۔ مکی معاشرے میں اس کے بہت سارے نمونے مل جاتے ہیں۔

قصہ گوئی اور گانا بجانا:

قصہ گوئی مکی لوگوں کی سرشت میں تھی اور اسی سے سامرہ عادت پڑی تھی۔ پوری رات وہ قصہ گوئی میں گزارتے تھے۔ اور اس سے وہ اپنی معاشرتی شان بڑھاتے تھے۔ ان کہانیوں میں غیر مرئی کردار، عشقیہ، لڑائی جھگڑوں اور جانوروں کی کہانیاں شامل ہوتی تھیں۔ ان

کہانیوں میں غیر ملکی کہانیاں بھی سنائی جاتی تھیں۔کئی شاعروں نے یہ کہانیاں شعری زبان میں بھی کہی ہیں۔بنی عبد الدار کے مشہور قصہ گو نضر بن حارث کے بارے میں آتا ہے کہ،

نزلت فی نضر بن الحارث ومن وافقہ ورضی بقولہ حین ذھب الی بلاد فارسی وتعلم من اخبار ملوکہم ، فلما رجع بحدثہم من اخبار اولئک، ثم یقول : تاللہ اینا احسن قصصاانا او محمد۔(محمد،2004)

نضر بن حارث نے فارس جا کر قصہ گوئی کی تعلیم پائی۔واپس آکر وہی کہانیاں سنانے لگے اور چیلنج کرتے تھے کہ محمد کے قصے بہتر ہیں یا میری کہانیاں۔

نضر بن حارث فارس،رستم اور اسفندیار بادشاہوں کے قصص قریش کے لوگوں کو سناتے تھے۔(مجلہ مجمع اللغۃ العربیہ القاہرہ)قصہ گوئی کے علاوہ گیت ، گانے کو بھی تفنن طبع کے لیے لازمی سمجھتے تھے۔موسیقی بنیادی طور اپنی فکری غذا،عقیدت کے جوش وجذبے سے لیتی ہے۔مکہ کے لوگ موسیقی کے بہت دیوانے تھے۔خوشی کی تقریبات کے علاوہ معمول کی مجلسوں میں بھی گانے بجانے کے دور چلتے تھے۔شوقیہ طور پر بھی لوگ اس فن کو اپناتے تھے اور پیشے کے لحاظ سے بھی لوگوں نے اسے کاروبار بنایا تھا۔مرد بھی اس کے دلدادہ تھے اور عورتیں بھی۔مردوں نے بھی گانے گائے اور عورتیں بھی گاتی تھیں۔دولہن کے ساتھ اکثر ایک مغنیہ بھی ہوتی جو دولہا کے گھر جاتی تھی۔

سید ابولاعلیٰ مودودی نے سیرت سرور عالم میں لکھا ہے کہ نضر بن حارث خود داستان گو تھے اور گانے سنانے کے لیے لونڈیاں بھی خریدی تھیں۔ان کو خوب کھلا پلا کر تازہ رکھتے تھے۔(مودودی،1999)

عرب کی فصیح وبلیغ ، دل موہ لینی والی شاعری اور خوبرو عرب عورت ترنم وآلاتِ موسیقی لازم وملزوم تھے۔عبد اللہ اخطل نے گیت گانے کے لیے دولڑکیاں فرتنااورارنب رکھی تھیں۔عمرو بن ہشام کی مغنی سارۃ تھی۔(الکافی،السیف المسلول علی من سب الرسول) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ میں ثقافت تھی اور باقاعدہ اس کا اہتمام ہوتا تھا۔سید ابوالاعلیٰ مودودی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں گانے بجانے کی ثقافت تمام تر بلکہ کلیۃً،لونڈیوں کی بدولت زندہ تھی۔آزاد عورتیں اس وقت تک آرٹسٹ نہ بنی تھیں۔ (مودودی،2003)

نضر بن حارث سے بھی پہلے قصہ گوئی میں بنو جرہم کے وہ اشعار موجود ہیں، جن سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ مکہ میں پرانا طریقہ تھا اور بہت پہلے سے رائج تھا۔ گزرے زمانے کے واقعات کو قصہ گوئی کے انداز میں بیان کیا جاتا تھا۔ اس سے پچھلے زمانے کی تاریخ یاد رہتی۔ ابن اسحاق، ابن ہشام، ابن کثیر اور دیگر مؤرخین و سیرت نگاروں نے قبیلہ جرہم کے بارے میں لکھا ہے کہ عمرو بن حارث بن مضاض جرہمی جب مکہ سے جلاوطن ہوا تو جاتے جاتے یہ اشعار کہہ گئے۔

كَأَنْ لَمْ يكَنُنْ بَيْنَ الْحَجُنِ إِلَى الصَّفَا أَنِيسٌ وَلَمْ يسمر بِمَكّتة سَامِر (عبد المالک، 1411ھ)

گویا کہ حجون سے صفا تک کوئی آشنا تھا ہی نہیں اور نہ کسی قصہ گو نے مکہ کی محفلوں میں قصہ گوئی کی۔

قصہ گوئی اور گانے بجانے کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مکی معاشرہ انہی بنیادوں پر استوار رہا۔ کیونکہ اس حوالے سے وہ بڑا اہتمام کرتے تھے۔ اور گانے بجانے کے لیے مخصوص لوگ ہوا کرتے تھے۔ اور انہیں پیسے دے کر ثقافت کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔ قصہ گوئی کو اہم سمجھ کر خود بھی اس کی تربیت حاصل کرتے تھے اور باقاعدہ اس کی تعلیم دی جاتی تھی۔ عربوں کا راتوں کو دیر تک جاگتے رہنے کا سبب یہی قصہ گوئی اور گانا بجانا ہوتا تھا۔ بلکہ رات کی محفلوں کے لیے کے دن کے کام روزگار سے فارغ ہو کر محفلوں کا انعقاد کرتے اور رات بھر قصہ گوئی، گانے اور شعر و شاعری کا دور چلتا تھا۔

شعر و شاعری لفظ شعر کو عموماً شعور کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جو کہ گہرے علم یا ادراک واحساس کا خزینہ ہوتے ہیں۔ اسی لیے "لیت شعری" سے مراد "لیت علمی" لیا جاتا ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ شاعر اسی لیے شاعر ہے کہ وہ ان امور کا گہرا شعور یا علم رکھتا ہے۔ (محمد، لسان العرب) شعر و شاعری بھی عرب کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ بلکہ یہ کہا جائے کہ یہ ان کی تہذیبی زندگی کی بنیادی اینٹ تھی تو غلط نہ ہو گا۔

تُهدي الأمور بأهلِ الرأي ما صلَحَت فانْ تولت فبالأشرار تنقاد

إذا تولىَّ سراةُ القوْمِ أَمْرهُمُ انما على ذاک أَمْر القوم فازدادوا (الناصری، 1980)

معاملات جب تک صحیح رخ پر چلتے ہیں تو سمجھ لو کہ اربابِ عقل و خرد کے ہاتھوں میں زمامِ کار ہے۔ اور جب معاملات بگڑ جائیں تو سمجھ لو کہ شریروں کے ہاتھ میں باگ دوڑ آ گئی۔ جب معاملات، نظم و نسق، شریف اور عقل مند لوگوں کے ہاتھ میں رہے تو قوم کی حالت نہ صرف سدھر جائے گی بلکہ قوم و ملت ترقی کے راستے پر گامزن ہو گی۔

شعر و شاعری کو مافوق الفطرت کلام تصور کیا جاتا تھا۔ قبائل شعراء کی موجودگی کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے۔ کبھی حقیقت بیان کر دیتے تو کبھی تصوراتی دنیا میں پہنچا دیتے۔ فطرت کی عکاسی بڑی عمدگی سے کرتے تھے۔ کعبے کے دروازے پر معلقات کو لٹکاتے تھے۔ اور اگر کوئی اور شاعر اس کلام سے بہتر کلام کہتا تو پہلے والا اتار کر اسے لٹکا دیتے تھے۔ امرؤ القیس اپنے مشہور شعر میں بہترین منظر کشی کرتا ہے اور یہی شعر اس کے معلقہ کا پہلا شعر بھی ہے،

قفَا نبک من ذِكْرِي حَبِيبٍ وَمَنْزِل بِسقطِ اللِّوَي بَيْنَ الدّخُول فَحَوْمَلِ (العلاتہ، العذاب النمیر من مجالس الشنقیطی فی التفسیر)

اے قافلے والو! ٹھہر، دخول اور حومل کے ٹیلے پر واقع محبوبہ کے گھر کو یاد کر کے ذرا رو لیتے ہیں۔

امرؤ القیس کے ایک اور شعر میں محبوبہ کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ محبوبہ سے براہِ راست مخاطب ہیں اور کہتے ہیں،

أفاطم مهلاً بعضَ هذا التدلُّلِ وإن كنت قد أَزمَعْت صرمي فأَجِملي (اصفہانی، الاغانی)

اے فاطمہ! اگر تم نے مجھے چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو ناز نخروں اور تکبر سے جدا نہ ہونا، شائستگی اور اچھے طریقے سے جدائی اختیار کرنا

اسی طرح عرب کی شاعری میں امید افزا اور بہتری کا تصور بھی پایا جاتا تھا۔ طَرَفَة بِنْ العَبْدِ اپنے معلقَّۃ میں لکھتے ہیں کہ،

ستبدِي لک الْأَيامُ مَا كنت جَاهِلًا ويأتيک بِالْأَخْبَارِ من لَمْ تزوِّدْ۔ (محمد، 1995)

تم پر بہت جلد ناواقف چیزوں کو روشناس کرنے کے لیے زمانہ آئے گا۔ اور ایک شخص تمہارے پاس وہ خبر لے کر آئے گا جس کو لانے کے لیے آپ نے کسی کو نہیں بھیجا تھا۔

اسی طرح ایک اور شعر ہے جس میں نہ صرف اچھے اخلاق کی بات ہوئی ہے بلکہ شستہ مزاج کو بھی اپنایا گیا۔

فإِنَّ الحَق مَقطَعُهُ ثَلاثَ يمِينٌ أَونِفَازٌ أَو جِلاَءُ (الجاحظ، 1996)

سچائی کے لیے تین صورتیں ہیں۔ قسم کھانے سے سچائی ظاہر ہو جائے گی یا پھر کسی کو ثالث مقرر کر کے اس کے فیصلے سے سچائی سامنے آئے گی اور یا پھر آخری صورت یہ ہو گی کہ سچائی خود واضح ہو جائے۔

عرب شاعری میں اخلاقی اور سماجی اقدار کے اعلیٰ نمونے بھی ملتے ہیں۔ شاعری کو انہوں نے اخلاق کے اعلیٰ معیار کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ عنترہ بن شداد جو جاہلی ادب کا نامور شاعر تھا۔ اپنے دیوان میں لکھتا ہے،

وَلَقدْ أَبِيتُ عَلَى الطَّوَي وَأَظَلُّهُ حَتَّى أَنال بِهِ كريمَ االمأْكلِ۔ (محمد، 1426ھ)

میں نے فقر و بھوک کے ساتھ رات گزاری۔ یہاں تک کہ قناعت میں بڑے بڑے شرفاء کے مرتبے کو پالیا۔

عربوں کے عمومی مزاج کا شعروں سے بھی پتا چل جاتا ہے۔ اعلیٰ انسانی اوصاف کی داخلی کیفیات ہوتی تھیں۔ اشعار میں ان کا ذکر ہو جانا ان کے اوصاف کی کھلی شہادت ہے۔ زہیر اس بارے میں کہتا ہے،

تراهُ إذا ما جئتَهُ متهلّلاً ←

تراهُ إذا ما عجَّ ًيجلو عن الشّبا فما مثلَ حِنو الخيبرانيِّ لَهْجَا۔(محمد،2005)

آپ اس سخی دل انسان کے چہرے کو کھلتے دیکھو گے جب تم اس سے مانگنے جاؤ گے تو اس کا یہ احساس ہو گا گویا کہ تم نے اس کی چیز اسے دے دی۔

ضرورت مند لوگوں کی اس طرح مدد کرتے ہیں گویا کہ تمہیں مانگنے کا احساس تک نہ ہو گا۔ بلکہ آپ کا ممنون ہو گا کہ آپ نے اسے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کا موقع دیا۔ اخلاقی معیار کے بارے میں ان کا نقطہ نظر اشعار میں ملتا ہے۔ ظاہری چمک دمک پر وہ دھوکہ نہیں کھاتے تھے۔ زہیر کا ایک اور شعر ہے،

وكائِن ترى من صامِذت لگ َ مُعْجِبٍ زيادَتهُ أو نقْصُهُ في التكلُّمِ۔ (محمد،2007)

لوگوں کی خاموشی کو دیکھ کر تم متاثر ہو جاتے ہو حالانکہ ان کے معیار کا اندازہ ان کی گفتار سے ہو جاتا ہے۔

شعر و شاعری میں عرب لوگ اتنے سنجیدہ تھے اور ان کی زندگی میں اتنا اعلیٰ مقام حاصل تھا کہ اشعار کو حفظ کرتے تھے۔ انہی اشعار سے نام و نسب، باپ دادا کے تفاخری کارنامے، فتوحات کے واقعات زبانی یاد کرنے کے علاوہ دوسرے قبائل پر اپنی فوقیت اور امتیازی شان بھی جتاتے تھے۔ شاعری ان کی تاریخ بھی تھی اور ثقافتی مظہر بھی۔ چیلنج کے طور پر اپنے اپنے اشعار کو کعبے کے دروازے پر لٹکاتے تھے۔ یہی چیلنج ان کی زندگی کا بڑا فن ہوتا تھا۔ میلے اور اجتماعات کے علاوہ مذہب کے تحت بھی شعر و شاعری کے پروگرامات کا اہتمام کرتے تھے۔ بڑے شاعروں کے لاتعداد شاگرد ہوا کرتے تھے۔ یہ اپنے اساتذہ کے شعروں کو نہ صرف یاد کر کے آگے پھیلاتے تھے بلکہ خود بھی شاعری کے رموز و اسرار سے آگاہی کے بعد شاعری کرنے لگ جاتے۔ ابو داؤد، امرؤ القیس کا شاگرد ہوتا تھا۔ زہیر، اوس بن حجر کا اور اعشیٰ، مسیب بن عبس کا شاگرد و راوی ہوتا تھا۔ شاعری عربوں کی رگ و پے میں اس حد تک سرایت کر گئی کہ ان کے اونٹ بھی اس کے دلدادہ تھے۔ اور حدی کی لے اونٹوں کو مسحور کر کے انھیں تیز رفتاری پر مجبور کر دیتی تھی۔ ایسے ہی ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حدی خواں کو کہا، آہستہ آہستہ، کہیں یہ آبگینے ٹوٹ نہ جائیں۔ آبگینوں سے آپ کی مراد محمل میں سوار صنفِ نازک

تھیں۔(عصمت، 2015)زہیر بن ابی سلمیٰ،عنترہ بن شداد،طرفہ بن العبد،لبید بن ربیعہ،نابغ الجعدی، امیہ بن ابی صلت، امرؤالقیس،عمروبن کلثوم،العلا بن الحضرمی زمانہ جاہلیت کے بڑے بڑے شعرامیں شمار ہوتے تھے۔الغرض شعروشاعری ان کی خمیر میں ایسی گندھی ہوئی تھی کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا:

لاتدع العرب الشعر حتی تدع الابل الحنین۔(الشحود،باباالفاتیکان فی المیزان)

عرب لوگ فنِ شاعری کے ساتھ ایسے منسلک ہیں جس طرح اونٹنیاں اپنے بچوں سے الگ نہیں ہوسکتیں۔مکی دور نبوت سے پہلے فنون لطیفہ میں جاہلی عنصر کثرت سے پایا جاتا تھا۔عرب کے بڑے شعرامیں سے امرؤالقیس کا نام بھی ہے۔جاہلیت کا شاعر تھا اور جاہلیت کا مظاہرہ کرکے بھی دکھایا۔نبی کریم ﷺ نے ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

مَنسِيٌّ فِي الآخِرَةِ، شَرِيفٌ فِي الدُّنيا،خَامِلٌ فِي الآخِرةِ، يجِيءُ يوْمَ الْقِيامَةِ بِيدِهِ لِواءُ الشُّعَراءِ يقودُهُمْ إِلَى النَّارِ۔(الطبرانی، المعجم الكبير للطبرانی)

آخرت کا گمنام اور دنیا میں قابل ذکر شخص ہے۔آخرت کے حوالے سے خسارے میں ہوگا اور قیامت کے دن برے شعرا کی نمائندگی کرتے ہوئے جہنم کی طرف جائے گا۔

نبی کریم ﷺ نے ایک بڑے شاعر پر کلام کرتے ہوئے ان کی خوبی اور خامی بتائی ہے۔اس سے بڑھ کر شاعری کے آداب متعین کر دیے۔شعروشاعری کے اثرات مذہب نے بھی تسلیم کیے ہیں اور معاشرے نے بھی اس سے اثر لیاہے۔انہی اثرات کی وجہ سے فنون لطیفہ میں اس کو اہم مقام ملا۔

فنِ تعمیر:

فنون لطیفہ میں فنِ شعروشاعری کے علاوہ فنِ تعمیر سے بھی انسانی وجدان کو سکون ملا۔فطرت کی صناعی میں بھی انسان کی پسند وناپسند کا رویہ تعمیر کے فن میں چھپا رہا۔انسان نے اسے جنون کی حد تک بڑھایا۔پہاڑوں کو چیر کر مکانات بنائے،غاروں کو قابلِ رہائش اور زمین کی سطح پر مزین ومنقش تعمیرات بنا کر اپنے سکون کا سامان پورا کر دیا۔پچھلی قوموں کے واقعات میں ایسی نادر تعمیرات کے نمونے ملتے ہیں کہ انسان کی حِسِ لطافت کا بخوبی اندازہ ہوجاتاہے۔بلکہ تعمیرات ہی کی بدولت آج مغرب کھنڈرات کی دریافت سے تاریخ بنا رہاہے اور اسے مسلمہ تاریخ کے برابر درجہ مانتے ہیں۔

عربوں نے فنِ تعمیر مختلف اوقات میں اپنے قریبی ممالک اور خطوں سے اخذ کیا۔ عرب اور پھر خاص کر مکہ والے چونکہ سادہ مزاج بدوی تھے۔ سادگی کو پسند کرتے تھے۔ رہائش کے لیے مکانات ضرور تھے مگر دوسرے ممالک و امصار کی نسبت اعلیٰ پائے کے نہ تھے۔ اپنی فطری سادگی اور مروجہ عیش پسندی سے کراہت کی وجہ سے تزئین و آرائش کے دلدادہ نہ تھے۔ ان کی تعمیرات میں سادگی کے ساتھ تحفظ ضرور تھا جہاں پناہ گزین اور قیدی بھی سکون محسوس کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے عام آبادیوں کے بارے میں مختلف روایات کے تحت مکانات کا نقشہ کھینچا ہے۔ پتھر کی دیواریں، پٹی کی تختیوں سے بنی چھت پر مشتمل کمرہ ہوتا تھا۔ ایک یا دو پٹ کا ایک دروازہ یا ضرورت کے باعث دو بھی ہو سکتے تھے۔ (احمد، واللہ یعضب ویرضو) کوہ نامی روشندان بھی ہوتا تھا۔ تعمیرات میں کوہ کا استعمال بہت پہلے سے ہو رہا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کو جب قید کیا گیا تھا تو اس کمرے میں روشن دان بھی تھا۔ (ھراس، 1992) مکان کے اندر مخدع بھی ہوتے تھے جو ایک پوشیدہ جگہ ہوتی تھی۔ جسے مختلف مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہاں بتوں کو پوجنے کے لیے رکھا جاتا تھا اور چھپنے کے کام بھی آتا تھا۔ (شبہات الرافضۃ حول الصحابہ والخلفائے راشدین)

سب سے پرانی تعمیر خانہ کعبہ کی تھی۔ کعبے کی تعمیر خالصتاً عبادت کے لیے ہوئی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حوادثِ زمانہ یا لوگوں کی محبت و عقیدت کی وجہ سے اس کی تعمیر میں تبدیلی ہوتی رہی۔ جب قریش نے اس کی نئی تعمیر کا ارادہ کیا تو ہر قبیلے کو اس کام میں شامل کرنے کے لیے حصے مختص کر دیے۔ اور جب حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھنے کی باری آئی تو لڑائی کا اندیشہ پیدا ہو گیا کیونکہ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو۔ محمد ﷺ نے بہترین تدبیر سے اس نازک مسئلے کو حل کر دیا۔ کعبے کی دیواریں اوپر نیچے بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ بغیر چھت کے عمارت تھی۔ کعبے کی تزئین و آرائش کا خیال رکھا جاتا تھا، غلافِ کعبہ کی روایت بہت پہلے سے چلی آ رہی تھی۔

مکی عہد نبوی ﷺ کی تعمیرات کا جب دیگر معاشرے اور اقوام سے موازنہ کیا جائے تو ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ مکی دور کی تعمیرات میں انسانیت کی فطری سوچ کو سامنے رکھا گیا۔ یعنی انسان کی فطرت ہی یہ ہے کہ عبادت کا مستحق ایک ہی ذات ہو سکتی ہے، تو کعبے کی تعمیر اسی انسانی فطری سوچ کی عکاسی کرتی ہے۔ اور جب بنیادیں ہی شرک و ذلالت پر رکھی گئی ہوں تو باقی ماندہ اخلاقی دیوار، تہذیب و تمدن والی چھت اور ثقافتی دروازے نہ کسی موسم کے بچاؤ کے لیے کارآمد ہو سکتی ہے اور نہ زندگی کو بسر کرنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ (عمر، 2010)

بقول سراج منیر سب سے پہلے اس فن کی ابتدا عیسوی معاشرے میں ہوئی۔ حضرت عیسیٰؑ کی تشبیہ کے عقیدے سے یہ فن وجود میں آگیا اور اس فن میں تصویری شکل تکریم کے قابل ہوئی۔ عیسوی معاشرے میں مسیح مصلوب اور حضرت مریم کی تصویر عبادت گاہوں میں تزئین کا کام بھی دیتی تھی اور مذہبی سوچ وفکر کی بھی آئینہ دار ہوتی تھی۔ حدیث فتح مکہ میں کعبے کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی تشبیہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ (محمد، ذلک فی تفسیرہ المعروف بہ التحریر والتنویر) اس کے برعکس مکی دور نبوی میں قدرتی اشیا سے تزئین کے کام کا رویہ ابھرا اور قدرتی اشیاء پر غور وفکر کو عبادت کا درجہ دیا گیا۔ بقول ارنسٹ کوہنل:

ان میں نہ مورتیں ہیں نہ تصویریں، نہ دیویوں کے دلربا چہرے اور نہ دیوتاؤں کے ٹھاٹ باٹ، مگر تعمیر میں دلکشی اور دلفریبی ہر قدم پر نمایاں ہے۔ (ارنسٹ، 1971) علامہ اقبال نے فرمایا ہے کہ:

عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا، اپنی خودی میں ڈوب جا   نقش ونگارِ دیر میں، خون جگر نہ کر تلف

سراج منیر نے انسانی مذہبی تصور کی بنیاد پر ایک لطیف بحث کرتے ہوئے فن تعمیر کا مزاج متعین کر دیا ہے۔ کہتے ہیں:

" تاریخ تہذیب پر ایک نظر ڈالتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا کی بڑی تہذیبوں نے عموماً اپنے علوم مذہبی کی تدوین سے پیشتر ہی اپنا فنی مزاج متعین کر لیا اور اس کے مطابق اپنے نمونہ فن تخلیق کرنے شروع کر دیے۔ خود اسلام میں فقہ، کلام اور تفسیر کی تدوین سے پہلے تعمیرِ مساجد کی فنی نہج معین ہو چکی تھی۔۔۔ مذاہب کا مقصود محض چند مجرد تصورات کی تبلیغ نہیں ہوتا بلکہ ان کے پیشِ نظر پوری انسانی ذات کو تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ اسی لیے فنون کے ذریعے حسیاتی سطح پر ایک ایسا ماحول تیار کیا جاتا ہے جو انسان کو اپنی داخلی کائنات کی تنظیم نو میں مدد دے" ۔ (سراج، ملت اسلامیہ، تہذیب وتقدیر)

اسی عبارت کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ فن تعمیر انسانی سوچ کی وہ سماجی لہر ہے جو مذہبیت کے بعد علوم کو نہیں بلکہ ایک ایسا حسی ادارہ چاہتا ہے جس کے اندر اس کی مذہبی سوچ نہ صرف پروان چڑھے بلکہ محفوظ ومامور رہ کر امر ہو جائے۔

فنِ تصویر:

انسانی ذوق اور فنی مزاج میں تصویر سازی کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ قرآن مجید میں اس کے اشارات ملتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کے بارے میں آتا ہے کہ:

يعملونَ لَهُ مَا يشَاءُ من مَحَارِب وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَكُدُورٍ راسيات۔ (القرآن، 13:34)

وہ(سلیمان جو کچھ چاہتا) یہ (جن) اس کے لیے وہی بنا دیتے تھے۔اونچی عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے حوض جیسے ٹب اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والی بھاری دیگیں۔

اس آیت میں تماثیل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔لغت میں اس کے معنی یہ بتائے گئے ہیں۔

وقال الأزهري: التمثال اسم للشيء المسنوع مشبهًا بخلق من خلق الله۔(راضی،2000)

ہر وہ مصنوعی چیز جو اللہ تعالی کی بنائی ہوئی اشیا کو دیکھ کر بنائی جائے، اسے تماثیل کہتے ہیں۔

گویا تصویر کشی پرانی تخلیق ہے جو پہلے سے بنی چیزوں کو انسانی ذوق کی تسکین کے لیے بنایا جاتا تھا۔

وَقالُوا لَا تذرُنَّ آلِهَتكُمْ وَلَا تذرُنَّ وَدًّا وَلَا سواعًا وَلَا يغُوثَ وَيعُوقَ وَنسرًا۔(القرآن،71:23)

انہوں نے کہا ہر گز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو، اور نہ چھوڑو وَدّ اور سُواع کو، اور نہ یغُوث اور یعوق اور نسر کو۔ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر اور اس کے علاوہ دیگر اصنام تراشی ہوئی تصویریں تھیں۔فنِ تصویری میں وہ اتنے آگے تھے کہ اس کی بہترین شاہکاری میں انہوں نے اپنی عقیدت کی پیاس بھی بجھائی۔سیرت و تاریخ کی کتابوں میں یہ واقعہ ذکر ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات قریب تھی تو حبشہ کے عبادت خانوں میں لگی تصویروں کا ذکر آگیا تھا۔

في مرض موته ذكرت له أم سلمتہ وأم حبيبتہ كنيستہ رأتاها في أرض الحبشة يقال لها: (مارية)، وفيها صور، فقال عليه الصلاة والسلام: (أولئك إذا فيهمالرجل الصالح بنوا على قبره مسجداً وصوروا فيه تلك جلّ التصاوير۔(الجبرین،شرح العقیدۃ التحاویہ)

نبی کریم ﷺ کی مرض الموت کے موقع پر حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا کہ حبشہ میں ہم نے ایک ایسا کنیسہ دیکھا جہاں تصویریں تھیں۔نبی کریم ﷺ نے کہا کہ ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب ان میں کوئی نیک مرد مر جاتا تو اس کی قبر پر ایک عبادت گاہ بناتے اور اس میں ان کی شکل کی تصویریں لگائی جاتیں۔

گویا تصویر کشی کی تاریخ کافی پرانی ہے۔مکی دور میں بھی تصویری فن نمایاں رہا۔

عن عَائِشَة، قالتْ: قدمَ رسول اللهِ صَلَّى اللهُ عَليهِ وَسلَّمَ من سفر، وَقدْ ستَّرت عَلَى بَابِي دُرنُوكًا فِيهِ الْخيلُ ذَوَات الْأجنحتِ، فَأَمرنِي فنَزَعْتهُ۔(القشیری،2107)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سفر سے واپس آئے تو میں نے دروازے پر ایک پردہ لٹکایا تھا جس پر پروں والے گھوڑوں کی تصویریں تھیں، نبی کریم ﷺ نے اسے دیکھ کر اتارنے کا حکم دیا۔

طائف کے مضافات میں ماقبل تاریخ کے باشندوں نے چٹانوں پر جانوروں کی تصویریں کھودی تھیں۔ان کے فوٹو اور ان پر ایک مقالہ بعنوان ذیل شائع ہوا ہے۔

Two Groups of Rock: Bruce Howe Journal of Near Eastern, Engravings from Hijaz Studies, (U.S.A). (اردو دائرہ معارف اسلامیہ،1997)

درج بالا آیات اور واقعات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ تصویروں کی ابتدا اور ترویج بھی عقیدت اور احترام کی وجہ سے ہوئی۔

مشہور شاعر زہیر کے اشعار میں بھی تصویر کشی کے اعلیٰ نمونے پائے جاتے تھے۔ان کے اشعار میں قدرتی مناظر کا نقشہ ایسی خوبی سے کھینچا گیا ہے کہ حیرت کی انتہا ہوتی ہے۔ جانوروں اور انسانی کردار کی ایسی دلکشی کہ گویا سچ مچ کا واقعہ ہو۔ پہاڑ، دریا، صحرا، پتھر پہاڑ، ریت کے ٹیلے، بادوباراں، سبزہ و خشکی، کھنڈرات، راستے، قافلے، قوم اور خاندان، درخت اور بیاباں کا اس شان سے ذکر ملتا ہے کہ گویا یہ بھی میری آنکھوں کے سامنے کے مناظر ہیں۔ فنِ مصوری کے اتنے ماہر تھے کہ جنگ کے آلات پر بھی نقش و نگار بناتے تھے۔

وَلَدْنٌ من الخَطّيّ فيهِ أسِنّتهٌ، ذَخائِر مِمّا سن أبزَي وَشرْعَبُ۔ (میمون، دیوان الاعشی)

لچکدار خطی جس میں پھول لگا ہوا تھا، میدان جنگ میں جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے۔ تو اے محبوب! تجھے پھولدار خطی کے علاوہ بھی کوئی نیزہ پسند آجائے گا؟

نیزے اور تلوار کا ساتھ چونکہ ہمہ وقت ہوتا تھا،اس لیے نیزوں اور تلواروں کی خوبصورتی بڑی دلکش ہوتی تھی۔ یہی فن ان کو فنِ مصوری سے ملا تھا۔

الغرض عربوں نے اپنے لطیف جذبات کو سرور میں رکھنے کے لیے ثقافت کا بھرپور استعمال کیا۔ان کے فلسفیانہ افکار، شاعری اور نغمات، اقدار و احساسات نے ان کی ثقافت کا تعین کر دیا تھا۔ عرب میں فنونِ لطیفہ کی لازوال روایت موجود تھی۔

حاصلِ بحث

ثقافت چونکہ نسل در نسل چلنے والے ایک تسلسل کا نام ہے۔اس تسلسل میں قدیم نظریات سے لے کر جدید فلسفے تک کے دائرے موجود ہوتے ہیں۔اسی دائرے کے اندر منزل کی تلاش میں انسانی زندگی بسر ہو جاتی ہے۔منزل کی اسی تلاش میں سرور ولطافت کے چند لمحے انسان کو جو میسر آئے ہیں،اس سے مستفید ہونا انسان کا حق ہے۔اس حق سے کماحقہ مستفید کرنے کے لیے انبیائے کرامؑ کے کردار نمایاں ہیں۔انبیاءؑ نہ صرف انسان کی انفرادی زندگی میں بلکہ گروہی زندگی میں بھی راہنمائی فراہم کرتے رہے ہیں۔وہ انسان کی ذات کے ساتھ ساتھ سماج پر بھی گہرے نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔انہوں نے ادب،علوم،احساسات وجذبات کی تفریحی مقام کو واضح و متعین کر کے انسانی زندگی کو تحریک میں رکھا۔ انسان کے دل ودماغ پر اور اسی طرح انسانی معاشرت پر کئی چیزوں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔انسانی تاریخ پر اگر غور کیا جائے،توسب سے زیادہ جن چیزوں نے انسان کو متاثر کیا ہے۔اس میں فنونِ لطیفہ بہت اہمیت کی حامل ہے اور یہی انسانی سوچ اور رویے معاشرے پر اثر ڈالتے ہیں۔فنونِ لطیفہ میں سب سے اہم شعر وشاعری اور موسیقی ہے،اسی طرح فنِ تعمیر وخطاطی بھی بہت اہم ہے۔فنِ مصوری اوراس کی جدید شکلیں بھی انتہائی مؤثرہیں۔اس مضمون میں چونکہ مکی دورِ نبوی کے فنونِ لطیفہ کے معاشرتی مظاہر کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔اس لحاظ سے ہم نے اس دور کے شعر وشاعری،فنِ موسیقی،فنِ تعمیر اور فنِ مصوری پر بحث کی ہے۔جس سے اس قوم کے رویوں،مزاج اور نفسیات کا مطالعہ کیا ہے۔یہی رویے بعد میں ان کی معاشرتی اقدار بنے۔ان اقدار کے اندر اسلام طلوع ہوا اور اسلام نے ان اقدار کو متاثر کیا۔جس سے اسلامی تہذیب وجود میں آئی۔اس دور کے فنونِ لطیفہ پر کام انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔

REFRENCES

Saleem, Prof Syed Muhammad. (1420H) Seerah Tayyaba aur Funoon e Latifa. Al Seerah, Shumara 6, Ramzan. P196

Siraj Muneer. Millat e Islamia Tehzeeb o Taqdeer Maktaba Riwayat, Lahore. Postbox 5084, P154.

Muhammad bin Abdur Rehman. (2004) Tafseer AlAyji Jame Albayan Fi Tafseer, Al Quran. Beirut. Darul Nashar, Darul Kutb Alalmiya, Ed1.

Mujallah Majma Allugat ul Arabia BilQahira. Babul Ilaqat bayn ul Farsia o AlArabia. Issue 3, p253.

Moududi, Abul Aala. (1999) Seerat Sarwar e Aalam, Lahore. Jild 2, Ed7. Idara Tarjuman ul Quran.

AlKafi, Taqiuddin Ali bin Abd. AlSaif AlMaslool Ala min sab ur Rasool (SAW), Oman. Jild1, Darul fatah, p138.

Moududi, Abul Aala. (2003) Tafheem ul Ahadees, Lahore. Jild8, Maktaba e Maarif Islami Mansoora, p359.

Abdul Malik bin Hasham. (1411H) Researcher Taha Abdur Rauf Saad. Al Seerat alNabwia alIbn Hasham, Darul Jubail, Beirut. Ed1, p244

Muhammad bin Mukaram bin Ali. Lisan ul Arab, Beirut. Jild4, Dar Sadir, p410.

AlNasiri, Ahmed, Matloob Ahmed. (1980) Asaleeb Blagia, Alfasaha, Albalaga, Almaani. AlKuwait. Jild1, Ed1, Wakalatal Matboaat, p247

Alaltah Muhammad AlAmin bin Muhmaad. Tafseer Surah Inam. Jild1, p273

AlAsfahani. Abi AlFirj AlAghani. Beirut. DarulFikr Jild5, Ed3, p310

Muhammad alAmin bin Muhammad. (1426H) Tafseer Surah Inam, Darul Aalim ul Fawaid. Makkah. Jild2, Ed3, p487

Muhammad bin Fazlullah. (2005) Nafhat u Rehana Varshah Talaul Hana. Beirut/Lebanon. Dar ul Kitab ul Almiat. Jild 2, Ed1, p14

Muhammad bin Muhammad Hasan. (2007) Sharah alShwahid alSharia fi Amatul Kutb AlNahvia. Beirut/Lebanon. Mausat Risala, Ed1, p103

Ismat Ara. (July-Dec, 2015) Qabal az Islam Jazeera numa Arab mai Mustamil Ablagi Zarai. Karachi. Maarif Mujallah Tehqeeq, p105

Al Shahud, Ali bin Naif. Bab AlFatikan filmizan, bab Taleef ul Kuffar o Zuaaf ul Imano targeebhum. Jild2, p121

AlTibrani, Suleman bin Ahmed Abul Qasim. AlMajam al Kabir lilTibrani. Jild12, p479

Ali bin Ali bin Muhammad. Ahmed Shakir researcher. Sharah AlAqeedat Tahavia. Wallah Yagzib waYarzi. Wizarat Shaoun ul Islamia. Jild1, p482

Haras, Khalil Muhammad. (1992) Sharah AlAqeedat al Wastia liShiekul Islam Ibn e Taimia. AlRaeesatul Ilma. Jild1, Ed1, p138

Shubhat Rafiza Haul us Sahaba wal Khulfa Rashedeen. Jild1, p197

Umer, Sohail Muhammad. (2010) Maqalat e Siraj Munir. Academy Bazyaft. p134

Muhammad Tahir. Zalika fi tafseer al maroof bih tehreer wal Tanveer. Jild1, p231

Earnest, Kohnil. (1971) Islami Art o Fun e Tameer. Feroz Sons Ltd. p12, 13

Siraj Munir. Millat e Islamia Tehzeeb o Taqdeer. p155

AlQuran 13:34

AlQuran 23:71

Razi, Fakhruddin. (2000) Tafseer Mafateh ul Geb. Beirut. Darul Kitabul Ilmia. Jild22, p156

AlJabren, Abdullah bin Abdur Rehman. Sharah AlAqeedat ut Tahavia. Jild 1, p28

AlQashiri, Muslim bin AlHajjaj. Al Saheh ul Muslim. Beirut. Dar e Ahya uTuras ul Arabi. Hadees2107

Urdu Daira Maarif e Islamia. (1997) Lahore. Danishgah. Jild6, p1024

Maimon bin Qais bin Jandal. Diwan ul Aashi. Jild12, p2